تقلید کی بحث

تقلید کے باب میں پانچ باتیں خیال میں رکھنا ضروری ہیں۔

(۱) تقلید کے معنی اور اس کی قسمیں۔

(۲) تقلید کونسی ضروری ہے اور کونسی منع۔

(۳) تقلید کس پر لازم ہے اور کس پر نہیں۔

(۴) تقلید کے واجب ہونے کے دلائل۔

(۵) تقلید پر اعتراضات اور ان کے مکمل جوابات۔ اس لیے اس بحث کے پانچ باب کیے جاتے ہیں۔

باب اول

تقلید کے معنیٰ اور اس کے اقسام میں

تقلید کے دو معنی ہیں: ایک لغوی دوسرے شرعی۔ لغوی معنی ہیں: قلادہ درگردن بستن، گلے میں ہار یا پٹہ ڈالنا۔ تقلید کے شرعی معنی یہ ہیں کہ کسی کے قول وفعل کو اپنے پر لازم شرعی جاننا، یہ سمجھ کر کہ اس کا کلام اور اس کا کام ہمارے لیے حجت ہے کیونکہ یہ شرعی محقق ہے۔ جیسا کہ ہم مسائل شرعیہ میں امام صاحب کا قول وفعل اپنے لیے دلیل سمجھتے ہیں اور دلائل شرعیہ میں نظر نہیں کرتے۔

حاشیہ حسامی باب متابعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں میں صفحہ ۸۶ پر شرع مختصر المنار سے نقل کیا اور یہ عبارت نور الانوار بحث تقلید میں بھی ہے:

التقلید اتباع الرجل غیرہ فیما سمعه یقول اوفی فعله علی زعم انه محق بلا نظر فی الدلیل ٥

ترجمہ : تقلید کے معنی ہیں کسی شخص کا اپنے غیر کی اطاعت کرنا اس میں جو اس کو کہتے ہوئے یا کرتے ہوئے سن لے، یہ سمجھ کر کہ وہ اہل تحقیق میں سے ہے بغیر دلیل میں نظر کیے ہوئے۔

نیز امام غزالی کتاب المستصفی جلد دوم صفحہ ۳۸۷ میں فرماتے ہیں:

التقلید هو قبول قول بلا حجته ٥ مسلم الثبوت میں ہے: التقلید العمل بقول الغیر من غیر حجته ٥

ترجمہ وہ ہی جو اوپر بیان ہوا۔ اس تعریف سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرنے کو تقلید نہیں کہہ سکتے

کیوں کہ ان کا ہر قول وفعل دلیل شرعی ہے تقلید میں ہوتا ہے کہ دلیل شرعی نہ دیکھنا۔لہٰذا ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی کہلائیں گے نہ کہ مقلد۔اسی طرح صحابہ کرام وائمہ دین حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی ہیں نہ کہ مقلد۔اسی طرح عالم کی اطاعت جو عام مسلمان کرتے ہیں اس کو بھی تقلید نہ کہا جائے گا کیونکہ کوئی بھی ان عالموں کی بات یا ان کے کام کو اپنے لیے حجت نہیں بناتا۔بلکہ یہ سمجھ کر ان کی بات مانتا ہے کہ مولوی آدمی ہیں، کتاب سے دیکھ کر کہہ رہے ہوں گے۔اگر ثابت ہو جائے کہ ان کا یہ فتویٰ غلط تھا، کتب فقہ کے خلاف تھا تو کوئی بھی نہ مانے بخلاف قول امام ابوحنیفہ کے کہ اگر وہ حدیث یا قرآن یا اجماع امت دیکھ کر مسئلہ فرمادیں تو بھی قبول اور اگر اپنے قیاس سے حکم دیں تو بھی قبول ہوگا یہ فرق ضرور یاد رہے۔

تقلید دو طرح کی ہے: تقلید شرعی اور غیر شرعی۔تقلید شرعی تو شریعت کے احکام میں کسی کی پیروی کرنے کو کہتے ہیں۔جیسے روزہ، نماز، حج، زکوٰۃ وغیرہ کے مسائل میں ائمہ دین کی اطاعت کی جاتی ہے اور تقلید غیر شرعی دنیاوی باتوں باتوں میں کسی کی پیروی کرنا جیسے طبیب لوگ علم طب میں بوعلی سینا کی اور شاعر لوگ داغ، میر یا مرزا غالب کی یا نحوی و صرفی لوگ سیبویہ اور خلیل کی پیروی کرتے ہیں۔اسی طرح ہر پیشہ ور اپنے پیشہ میں اپنے فن کے ماہرین کی پیروی کرتے ہیں۔یہ تقلید دنیاوی ہے۔

صوفیاء کرام جو وظائف واعمال میں اپنے مشائخ کے قول وفعل کی پیروی کرتے ہیں وہ تقلید دینی تو ہے مگر تقلید شرعی نہیں بلکہ تقلید فی الطریقت ہے۔اس لیے کہ یہ شرعی مسائل حرام وحلال میں تقلید نہیں ہاں جس چیز میں تقلید ہے وہ دینی کام ہے۔

تقلید غیر شرعی اگر شریعت کے خلاف میں ہے تو حرام ہے، اگر خلاف اسلام نہ ہو تو جائز ہے۔بوڑھی عورتیں اپنے باپ داداؤں کی ایجاد کی ہوئی شادی غمی کی ان رسموں کی پابندی کریں جو خلاف شریعت ہیں تو حرام ہے اور طبیب لوگ جو طبی مسائل میں بوعلی سینا وغیرہ کی پیروی کریں جو کہ مخالف اسلام نہ ہوں تو جائز ہے۔اسی پہلی قسم کی حرام تقلید کے بارے میں قرآن کریم جگہ جگہ ممانعت فرماتا ہے اور ایسی تقلید کرنے والوں کی برائی فرماتا ہے:

(۱) ولا تطع من اغفلنا قلبہ عن ذکرنا واتبع ھوٰہ وکان امرہ فرطا o (کہف:۲۸)

ترجمہ: اور اس کا کہنا نہ مانو جس کا دل ہم نے اپنی یاد سے غافل کر دیا اور وہ اپنی خواہش کے پیچھے چلا اور اس کا کام حد سے گزر گیا۔

(۲) وان جاھلک لتشرک بی مالیس لک بہ علم فلا تطعھما o (عنکبوت:۸)

ترجمہ: اوراگر وہ تجھ سے کوشش کریں کہ تو میرا شریک ٹھہرا اس کو جس کا تجھ کو علم نہیں تو ان کا کہانہ مان۔

(۳) و اذاقیل لھم تعالوا الی ما انزل اللہ و الی الرسول قالو احسبنا ما وجد نا علیہ ابا ء نا اولو کان ابا وھم لا یعلمون شیاولا یھتدون o (مائدہ:۱۰۴)

ترجمہ: اور جب ان سے کہا جائے کہ آؤ اس طرف جو اللہ نے اتارا اور رسول کی طرف کہیں ہم کو وہ بہت ہے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا۔ اگر چہ ان کے باپ دادا کچھ نہ جانیں اور نہ راہ پر ہوں۔

(۴) و اذاقیل لھم اتبعو اما انزل اللہ قالو ابل نتبع ما الفینا علیہ ابا ء نا o (بقرہ:۱۷۰)

ترجمہ: اور جب ان سے کہا جاوے کہ اللہ کے اتارے ہوئے پر چلو تو کہیں گے ہم تو اس پر چلیں گے جس پر اپنے باپ دادا کو پایا۔

ان میں اور ان جیسی آیتوں میں اسی تقلید کی برائی فرمائی گئی ہے جو شریعت کے مقابلہ میں جاہل باپ داداؤں کے حرام کاموں میں کی جاوے کہ چونکہ ہمارے باپ دادا ایسا کرتے تھے ہم بھی ایسا کریں گے۔ چاہے یہ کام جائز ہو یا ناجائز۔ رہی شرعی تقلید اور ائمہ دین کی اطاعت تو اس سے ان آیات کو کوئی تعلق نہیں۔ ان آیتوں سے تقلید ائمہ کو شرک یا حرام کہنا محض بے دینی ہے۔ اس کا بہت خیال رہے۔

دوسرا باب

کن مسائل میں تقلید کی جاتی ہے کن میں نہیں

تقلید شرعی میں کچھ تفصیل ہے۔ شرعی مسائل تین طرح کے ہیں:

(۱) عقائد۔

(۲) وہ احکام جو صراحۃً قرآن پاک یا حدیث زریف سے ثابت ہوں، اجتہاد کو ان میں دخل نہ ہو۔

(۳) وہ احکام جو قرآن یا حدیث سے استنباط و اجتہاد کر کے نکالے جائیں۔

عقائد میں کسی کی تقلید جائز نہیں۔ تفسیر روح البیان آخر سورہ ہود زیر آیت نصیبھم غیر منقوص o (ہود:۱۰۹) میں ہے:

وفی الا یۃ ذم التقلید وھوقبول قول الغیر بلا دلیل وھوجائز فی الفروع و العملیات ولا یجوز فی اصول الدین والا عتقادیات بل لا بد من النظر والا ستد لال o

اگر ہم سے پوچھے کہ تو حید ورسالت وغیرہ تم نے کیسے مانی تو یہ نہ کہا جاوے گا کہ حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے فرمانے سے یا کہ فقہ اکبر سے بلکہ دلائل توحید ورسالت سے کیونکہ عقائد میں تقلید نہیں ہوتی ۔مقدمہ شامی بحث تقلید المفضول معا الا فضل میں ہے:

(عن معتقد نا) ای عما نعتقده من غیر المسائل الفرعیة مما یحب اعتقاده علی کل مکلف بلا تقلید لا حد وهوما علیه اهل السنته والجماعته وهم الاشاعرة والما تریدیةo

ترجمہ: یعنی جن کا ہم اعتقاد رکھتے ہیں فرعی مسائل کے علاوہ کہ جن کا اعتقاد رکھنا ہر مکلّف پر بغیر کسی کی تقلید کے واجب ہے وہ عقائد وہ ہی ہیں جن پر اہل سنت والجماعت ہیں اور اہل سنت اشاعرہ اور ماتریدیہ ہیں۔

نیز تفسیر کبیر پارہ دس زیر آیت فا جره حتی یسمع کلم الله o (توبہ:٦) میں ہے:

هذا الاية تذل علی ان التقلید غیر کاف فی الدین وانه لا بد من النظر والا ستدلال o

صریح احکام میں بھی کسی کی تقلید جائز نہیں ۔ پانچ نمازیں، نماز کی رکعتیں، تیس روزے، روزے میں کھانا پینا حرام ہونا۔ یہ وہ مسائل ہیں جن کا ثبوت نص سے صراحتہً ہے۔ اس لیے یہ نہ کہا جائے گا کہ نمازیں پانچ اس لیے ہیں یا روزے ایک ماہ کے اس لیے ہیں کہ فقہ اکبر میں لکھا ہے یا امام ابوحنیفہ نے فرمایا ہے بلکہ اس کے لیے قرآن وحدیث سے دلائل دیے جائیں گے۔

جو مسائل قرآن وحدیث یا اجماع امت سے اجتہاد واستنباط کر کے نکالے جائیں ان میں غیر مجتہد پر تقلید کرنا واجب ہے۔ مسائل کی جو ہم نے تقسیم کر دی اور بتا دیا کہ کون سے مسائل تقلیدیہ ہیں اور کون سے نہیں، اس کا بہت لحاظ رہے۔ بعض موقع پر غیر مقلد اعتراض کرتے ہیں کہ مقلد کو حق نہیں ہوتا کہ دلائل سے مسائل نکالے پھر تم لوگ نماز روزے کے لیے قرآنی آیتیں یا احادیث کیوں پیش کرتے ہو اس کا جواب بھی اس امر میں آ گیا کہ روزہ نماز کی فرضیت تقلیدی مسائل سے نہیں۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ سوائے احکام۔ خبر وغیرہ میں تقلید نہ ہوگی جیسے کہ مسائل کفر یزید وغیرہ۔ نیز قیاسی مسائل میں فقہاء کا قرآن وحدیث سے دلائل پیش کرنا صرف مانے ہوئے مسائل کی تائید کے لیے ہوتا ہے۔ وہ مسائل پہلے ہی سے قول امام سے مانے ہوئے ہوتے ہیں تو بلا نظر فی الدلیل کے یہ معنی نہیں کہ مقلد دلائل دیکھے ہی نہیں بلکہ یہ کہ دلائل سے مسائل حل نہ کرے۔

تیسرا باب

کس پر تقلید کرنا واجب ہے اور کس پر نہیں

مکلّف مسلمان دو طرح کے ہیں: ایک مجتہد دوسرے غیر مجتہد۔ مجتہد وہ ہے جس میں اس قدر علمی لیاقت اور قابلیت ہو کہ قرآنی اشارات و رموز سمجھ سکے اور کلام کے مقصد کو پہچان سکے۔ اس سے مسائل نکال سکے۔ ناسخ و منسوخ کا پورا علم رکھتا ہو۔ علم صرف و نحو و بلاغت وغیرہ میں اس کو پوری مہارت حاصل ہو۔ احکام کی تمام آیتوں اور احادیث پر اس کی نظر ہو۔ اس کے علاوہ ذکی اور خوش فہم ہو۔ دیکھو تفسیرات احمدیہ وغیرہ۔ جو کہ اس درجہ پر نہ پہنچا ہو وغیرہ مجتہد یا مقلد ہے۔ غیر مجتہد پر تقلید ضروری ہے۔ مجتہد کے لیے تقلید منع۔ مجتہد کے چھ طبقے ہیں:

(۱) مجتہد فی الشرع

(۲) مجتہد فی المذہب

(۳) مجتہد فی المسائل

(۴) اصحاب التخریج

(۵) اصحاب الترجیح

(۶) اصحاب التمیز (مقدمہ شامی بحث طبقات الفقہاء)

(۱) مجتہد فی الشرع وہ حضرات ہیں جنہوں نے اجتہاد کرنے کے قواعد بنائے۔ جیسے چاروں امام ابوحنیفہ ،شافعی، مالک، احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(۲) مجتہد فی المذہب وہ حضرات ہیں جو ان اصول میں تقلید کرتے ہیں اور ان اصول سے مسائل شرعیہ فرعیہ خود استنباط کرسکتے ہیں جیسے امام ابو یوسف و محمد، ابن مبارک رحمہم اللہ اجمعین۔ کہ قواعد میں یہ حضرات امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مقلد ہیں اور مسائل میں خود مجتہد۔

(۳) مجتہد فی المسائل وہ حضرات ہیں جو قواعد اور مسائل فرعیہ دونوں میں مقلد ہیں۔ مگر وہ مسائل جن کے متعلق ائمہ کی تصریح نہیں ملتی۔ ان کو قرآن و حدیث وغیرہ دلائل سے نکال سکتے ہیں۔ جیسے امام طحاوی اور قاضی خان ،شمس الائمہ سرخسی وغیرہم۔

(۴) اصحاب تخریج وہ حضرات ہیں جو اجتہاد تو بالکل نہیں کرسکتے، ہاں ائمہ میں سے کسی کے مجمل قول کی تفصیل فرماسکتے ہیں جیسے امام کرخی وغیرہ۔

(۵) اصحاب ترجیح وہ حضرات ہیں جو امام صاحب کی چند روایات میں سے بعض کو ترجیح دے سکتے ہیں یعنی اگر کسی مسئلہ میں حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے دو قول روایت میں آئے تو ان میں سے کس کو ترجیح دیں، یہ وہ کر سکتے ہیں۔ اسی طرح جہاں امام صاحب اور صاحبین کا اختلاف ہو تو کسی کے قول کو ترجیح دے سکتے ہیں کہ ھذا اولیٰ یا ھذا اصح وغیرہ جیسے صاحب قدوری اور صاحب ہدایہ۔

(۶) اصحاب تمیز وہ حضرات ہیں جو ظاہر مذہب اور روایات نادرہ اسی طرح قول ضعیف اور قوی اور اقویٰ میں فرق کر سکتے ہیں کہ اقوال مردودہ اور روایات ضعیفہ کو ترک کر دیں اور صحیح روایات اور معتبر قول کو لیں۔ جیسے کہ صاحب کنز اور صاحب درمختار وغیرہ۔

جن میں ان چھ وصفوں میں سے کچھ بھی نہ ہوں وہ مقلد محض ہیں۔ جیسے ہم اور ہمارے زمانہ کے عام علماء کہ ان کا صرف یہ ہی کام ہے کہ کتاب سے مسائل دیکھ کر لوگوں کو بتا دیں۔

ہم پہلے عرض کر چکے ہیں کہ مجتہد کو تقلید کرنا حرام ہے تو ان چھ طبقوں میں جو صاحب جس درجہ کے مجتہد ہوں گے وہ اس درجہ سے کسی کی تقلید نہ کریں گے اور اس سے اوپر والے درجہ میں مقلد ہوں گے جیسے امام ابو یوسف و محمد رحمہما اللہ تعالیٰ کہ یہ حضرات اصول اور قواعد میں امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے مقلد ہیں اور مسائل میں چونکہ خود مجتہد ہیں اس لیے ان میں مقلد نہیں۔

ہماری اس تقریر سے غیر مقلدوں کا یہ سوال بھی اٹھ گیا کہ جب امام ابو یوسف و محمد علیہما الرحمۃ حنفی ہیں اور مقلد ہیں تو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی جگہ جگہ مخالفت کیوں کرتے ہیں۔ تو یہ ہی کہا جاوے گا کہ اصول و قواعد میں یہ حضرات مقلد ہیں اس میں مخالفت نہیں کرتے اور فرعی مسائل میں مخالفت کرتے ہیں اس میں خود مجتہد ہیں وہ کسی کے مقلد نہیں۔

یہ سوال بھی اٹھ گیا کہ تم بہت سے مسائل میں صاحبین کے قول پر فتویٰ دیتے ہو اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے قول کو چھوڑتے ہو پھر تم حنفی کیسے؟ جواب آ گیا کہ بعض درجہ کے فقہاء اصحاب ترجیح بھی ہیں جو چند قولوں میں سے بعض کو ترجیح دیتے ہیں۔ اسی لیے ہم کو ان فقہاء کا ترجیح دیا ہوا جو قول ملا اس پر فتویٰ دیا گیا۔

یہ سوال بھی اٹھ گیا کہ تم اپنے کو پھر حنفی کیوں کہتے ہو۔ یوسفی یا محمدی یا ابن مبارکی کہو! کیونکہ بہت سی جگہ تم ان کے قول پر عمل کرتے ہو، امام ابوحنیفہ کا قول چھوڑ کر۔ جواب یہ ہی ہوا کہ چونکہ ابو یوسف و محمد و ابن مبارک رحمہم اللہ تعالیٰ کے تمام اقوال امام ابوحنیفہ علیہ الرحمہ کے اصول اور قوانین پر بنے ہیں۔ لہٰذا ان میں سے کسی بھی قول کو لینا درحقیقت

امام صاحب ہی کے قول کو لینا ہے۔ جیسے حدیث پر عمل در حقیقت قرآن پر ہی عمل ہے کہ رب تعالیٰ نے اس کا حکم دیا ہے مثلاً امام اعظم رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہے کہ کوئی حدیث صحیح ثابت ہو جاوے تو وہ ہی میرا مذہب ہے۔ اب اگر کوئی محقق فی المذاہب کوئی صحیح حدیث پا کر اس پر عمل کرے تو وہ اس سے غیر مقلد نہ ہوگا بلکہ حنفی ہی رہے گا۔ کیونکہ اس نے اس حدیث پر امام صاحب کے اس قاعدے سے عمل کیا۔ یہ پوری بحث دیکھو مقدمہ شامی مطلب صح عن الا مام اذا صح الحدیث فھو مذھبی امام صاحب کے اس قول کا مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ جب کوئی حدیث صحیح ثابت ہوئی ہے تو وہ میرا مذہب بنی۔ یعنی ہر مسئلہ اور حدیث میں میں نے بہت جرح وقدح اور تحقیق کی ہے تب اسے اختیار کیا۔ چنانچہ حضرت امام کے یہاں ہر مسئلہ کی بڑی چھان بین ہوتی تھی۔ مجتہد شاگردوں سے نہایت تحقیقی گفتگو کے بعد اختیار فرمایا جاتا تھا۔

اگر یہ مختصر سی تقریر میں خیال میں رکھی گئی تو بہت مشکلوں کو انشاء اللہ حل کر دے گی اور بہت کام آوے گی۔ بعض غیر مقلد کہتے ہیں کہ ہم میں اجتہاد کرنے کی قوت ہے لہٰذہ ہم کسی کی تقلید نہیں کرتے۔ اس لیے بہت طویل گفتگو کی ضرورت نہیں۔ صرف یہ دکھانا چاہتا ہوں کہ اجتہاد کے لیے کس قدر علم کی ضرورت ہے اور ان حضرات کو وہ قوت علمی حاصل ہے یا نہیں۔

حضرت امام رازی، امام غزالی وغیرہ امام ترمذی وامام ابوداؤد وغیرہ، حضور غوث پاک، حضرت بایزید بسطامی ،شاہ بہاء الحق نقشبند اسلام میں ایسے پایہ کہ علماء اور مشائخ گزرے ہیں کہ ان پر اہل اسلام جس قدر بھی فخر کریں، کم ہے۔ مگر ان حضرات میں سے کوئی صاحب بھی مجتہد نہ ہوئے بلکہ سب مقلد ہوئے۔ خواہ امام شافعی کے مقلد ہوں یا امام ابو حنیفہ کے رضی اللہ عنہ۔ زمانہ موجودہ میں کون ان کی قابلیت کا ہے۔ جب ان کا علم مجتہد بننے کے لیے کافی نہ ہوا تو جن بے چاروں کو ابھی حدیث کی کتابوں کے نام لینا بھی نہ آتے ہوں وہ کس شمار میں ہیں۔

ایک صاحب نے دعوی ٰاجتہاد کیا تھا میں نے ان سے صرف اتنا پوچھا کہ سورۃ تکاثر سے کس قدر مسائل آپ نکال سکتے ہیں اور اس میں حقیقت، مجاز صریح وکنایہ، ظاہر ونص کتنے ہیں۔ اس بے چارے نے ان چیزوں کے نام بھی نہ سنے تھے۔

چوتھا باب

تقلید واجب ہونے کے دلائل میں

اس باب میں ہم دو فصلیں لکھتے ہیں: پہلی فصل میں تو مطلقاً تقلید کے دلائل ہیں۔ دوسری میں تقلید شخصی کے دلائل۔

فصل اول تقلید کا واجب ہونا قرآنی آیات، احادیث صحیحہ، عمل امت اور اقوال مفسرین سے ثابت ہے۔ تقلید مطلقاً بھی اور تقلید مجتہدین بھی، ہر ایک تقلید کا ثبوت ہے۔

(۱) اهدنا الصراط المستقیم o صراط الذین انعمت علیهم o (فاتحہ:۵:۶)

ترجمہ: ہم کو سیدھا راستہ چلا۔ ان کا راستہ جن پر تو نے احسان کیا۔

اس سے معلوم ہوا کہ صراط مستقیم وہی ہے جس پر اللہ کے نیک بندے چلے ہوں اور تمام مفسرین، محدثین، فقہاء، اولیا اللہ غوث وقطب وابدال اللہ کے نیک بندے ہیں۔ وہ سب ہی مقلد گزرے لہٰذہ تقلید ہی سیدھا راستہ ہوا۔ کوئی محدث ومفسر، ولی غیر مقلد نہ گزرا۔ غیر مقلد وہ ہے جو مجتہد نہ ہو پھر بھی تقلید نہ کرے۔ جو مجتہد ہو کر تقلید نہ کرے وہ غیر مقلد نہیں۔ کیونکہ مجتہد کو تقلید کرنا منع ہے۔

(۲) لا یکلف الله نفسا الا وسعها o (بقرہ:۲۸۶)

ترجمہ: اللہ کسی جان پر بوجھ نہیں ڈالتا مگر اس کی طاقت بھر۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ طاقت سے زیادہ کام کی خدا تعالیٰ کسی کو تکلیف نہیں دیتا۔ تو جو شخص اجتہاد نہ کر سکے اور قرآن سے مسائل نہ نکال سکے۔ اس سے تقلید نہ کرانا اور اس استنباط کرنا طاقت سے زیادہ بوجھ ڈالنا ہے۔ جب غریب آدمی پر زکواۃ اور حج فرض نہیں تو بے علم پر مسائل کا استنباط کرانا کیونکر ضروری ہوگا۔

(۳) والسبقون الاولون من المهجرین و الانصار والذین اتبعوهم یا حسان رضی الله عنهم ورضوا عنه o (توبہ:۱۰۰)

ترجمہ: اور سب میں اگلے پچھلے مہاجر وانصار اور جو بھلائی کے ساتھ ان کے پیرو ہوئے اللہ ان سے راضی اور وہ اللہ سے راضی۔ معلوم ہوا کہ اللہ ان سے راضی ہے جو مہاجرین اور انصار کی اتباع یعنی تقلید کرتے ہیں۔ یہ بھی تقلید ہوئی۔

(۴) اطیعوا الله واطیعوا الرسول واولی الامر منکم o (نساء:۵۹)

ترجمہ: اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول کی اور حکم والوں کی جو تم میں سے ہوں۔

اس آیت میں تین ذاتوں کی اطاعت کا حکم دیا گیا۔ اللہ کی (قرآن) رسول ﷺ کی (حدیث) امر والوں کی

(فقہ واستنباط کے علماء) مگر کلمہ اطیعوا دو جگہ لایا گیا۔ اللہ کے لیے ایک اور رسول ﷺ اور حکم والوں کے لیے ایک۔ کیونکہ اللہ کی صرف اس کے فرمانے میں ہی اطاعت کی جائے گی نہ کہ اس کے فعل میں اور اس کے سکوت میں۔ وہ کفار کو روزی دیتا ہے۔ کبھی ان کو ظاہری فتح دیتا ہے وہ کفر کرتے ہیں مگر ان کو فوراً عذاب نہیں بھیجتا۔ ہم اس میں رب تعالیٰ کی پیروی نہیں کر سکتے کہ کفار کی امداد کریں۔ بخلاف نبی ﷺ و امام مجتہد کے کہ ان کا ہر حکم اور ان کا ہر کام اور ان کا کسی کو کچھ کام کرتے ہوئے دیکھ کر خاموش ہونا تینوں چیزوں میں پیروی کی جائے گی۔ اس فرق کی وجہ سے دو جگہ اطیعوا بولا۔ اگر کوئی کہے کہ امر والوں سے مراد سلطان اسلامی ہے تو سلطان اسلامی کی اطاعت شرعی احکام میں کی جاوے گی نہ کہ خلاف شرع چیزوں میں اور سلطان وہ شرعی احکام علماء مجتہدین ہی سے معلوم کرے گا، حکم تو سب میں فقیہ کا ہوتا ہے۔ اسلامی سلطان محض اس کا جاری کرنے والا ہوتا ہے۔ تمام رعایا کا حاکم بادشاہ اور بادشاہ کا حاکم عالم مجتہد۔ لہٰذہ نتیجہ وہ ہی نکلا کہ اولی الامر علمائے مجتہدین ہی ہوئے اور اگر بادشاہ اسلامی بھی مراد لو، جب بھی تقلید تو ثابت ہوگئی۔ عالم کی نہ ہوئی بادشاہ کی ہوئی۔ یہ بھی خیال رہے کہ آیت میں اطاعت سے مراد شرعی اطاعت ہے۔

ایک نکتہ اس آیت میں یہ بھی ہے کہ احکام تین طرح کے ہیں۔ وہ جو صراحتہً قرآن سے ثابت، جیسا کہ جس عورت غیر حاملہ کا شوہر مر جائے تو اس کی عدت چار ماہ دس دن ہے۔ ان کے لیے حکم ہوا اطیعوا اللہ دوسرے وہ جو صراحتہً حدیث سے ثابت ہیں۔ جیسے کہ چاندی سونے کا زیور مرد کو پہننا حرام ہے۔ اس کے لیے فرمایا گیا: واطیعوا لرسول تیسرے وہ جو نہ تو صراحتہً قرآن سے ثابت ہیں نہ حدیث سے جیسا کہ چاول میں سود کی حرمت قطعی ہے۔ اس لیے فرمایا گیا: اولی الامر منکم تین طرح کے احکام اور تین حکم۔

(۵) فسئلوا اھل الذکر ان کنتم لاتعلمون o (انبیاء:۷)

ترجمہ: تو اے لوگو! علم والوں سے پوچھو اگر تم کو علم نہیں۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ جو شخص جس مسئلہ کو نہ جانتا ہو۔ وہ اہل علم سے دریافت کرے۔ وہ اجتہادی مسائل جن کو نکالنے کی ہم میں طاقت نہ ہو مجتہدین سے دریافت کیے جائیں۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ اس سے مراد تاریخی واقعات ہیں۔ جیسا کہ اوپر کی آیت سے ثابت ہے لیکن یہ صحیح نہیں۔ اس لیے کہ اس آیت کے کلمات مطلق بغیر قید کے ہیں اور پوچھنے کی وجہ ہے نہ جاننا تو جس چیز کو ہم نہ جانتے ہوں اس کا پوچھنا لازم ہے۔

(۶) واتبع سبیل من انا ب الی o (لقمان:۱۵)

ترجمہ: اوراس کی راہ چل جومیری طرف رجوع لایا۔

اس آیت میں بھی معلوم ہوا کہ اللہ کی طرف رجوع کرنے والوں کی اتباع (تقلید) ضروری ہے۔یہ حکم بھی عام ہے کیونکہ آیت میں کوئی قید نہیں۔

(۷) والذین یقولون ربنا ھب لنا من ازواجنا وذریتنا قرۃ اعین واجعلنا للمتقین اماما o (الفرقان:۷۴)

ترجمہ: اوروہ جوعرض کرتے ہیں کہ اے ہمارے رب! ہم کودے ہماری بیویوں اور ہماری اولاد سے آنکھوں میں ٹھنڈک اورہم کو پرہیز گاروں کا پیشوابنا۔

اس آیت کی تفسیر میں تفسیر معالم التنزیل میں ہے:

فنقتدی بالمتقین و یقتدی بنا المتقون o

ترجمہ: ''ہم پرہیزگاروں کی پیروی کریں اور پرہیز گارہماری پیروی کریں۔''

اس آیت سے بھی معلوم ہوا کہ اللہ والوں کی پیروی اوران کی تقلید ضروری ہے۔

(۸) فلو لا نفر من کل فرقتہ منھم طافتہ لیتفقھوا فی الذین ولینذروا قومھم اذا رجعوا الیھم لعلھم یحذرون o (توبہ:۱۲۲)

ترجمہ: توکیوں نہ ہوا کہ ان کے ہرگروہ میں سے ایک جماعت نکلے کہ دین کی سمجھ حاصل کریں اور واپس آکراپنی قوم کوڈرسنائیں اس امید پر کہ وہ بچیں۔

اس آیت سے بھی معلوم ہوا کہ ہرشخص پرمجتہد بنناضروری نہیں بلکہ بعض توفقیہ بنیں اوربعض دوسروں کی تقلید کریں۔

(۹) ولو ردوہ الی الرسول والی اولی الامر منھم لعلمہ الذین یستنبطو نہ منھم o (النساء:۸۳)

ترجمہ: اوراگراس میں رسول اورامروالےلوگوں کی طرف رجوع کرتے توضروران میں سے اس کی حقیقت جان لیتے وہ جواستنباط کرتے ہیں۔

اس سے صاف معلوم ہوکہ احادیث اوراخباراورقرآنی آیات کوپہلے استنباط کرنے والے علماء کے سامنے پیش کرے۔پھرجس طرح وہ فرمادیں اس پرعمل کرے خبر سے بڑھ کرقرآن و حدیث ہے لہٰذہ اس کا مجتہد پر پیش کرناضروری ہے۔

(۱۰) یوم ندعوا کل اناس باماھم o (الاسراء:۷۱)

ترجمہ: ''جس دن ہر جماعت کو ہم اس کے امام کے ساتھ بلائیں گے۔''

اس کی تفسیر تفسیر روح البیان میں اس طرح ہے:۔

او مقدم فی الذین فیقال یا حنفی یا شافعی o

ترجمہ: یا امام دینی پیشوا ہے۔ پس قیامت میں کہا جاوے گا کہ اے حنفی اے شافعی۔

اس سے معلوم ہوا کہ قیامت کے دن ہر انسان کو اس کے امام کے ساتھ بلایا جائے گا۔ یوں کہا جاوے گا کہ اے حنفیوں! اے شافعیو! اے مالکیوں! چلو۔ تو جس نے امام ہی نہ پکڑا اس کو کس کے ساتھ بلایا جائے گا۔ اس کے بارے میں صوفیاء کرام فرماتے ہیں کہ جس کا کوئی امام نہیں اس کا امام شیطان ہے۔

(۱۱) و اذاقیل لھم امنوا کما امن الناس قالوا انومن کما امن السفھا o (بقرہ:۱۳)

ترجمہ: اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ ایسا ایمان لاؤ جیسا کہ مخلص مومن ایمان لائے تو کہتے ہیں کہ کیا ہم ایسا ایمان لائیں جیسا یہ بے وقوف ایمان لائے۔

معلوم ہوا کہ ایمان بھی وہ ہی معتبر ہے جو صالحین کا سا ہو۔ تو مذہب بھی وہ ہی ٹھیک ہے جو نیک بندوں کی طرح ہو اور وہ تقلید ہے۔

پہلی فصل

مطلقاً تقلید کے بیان میں

اقوال مفسرین و محدثین

داری باب الاقتداء بالعلماء میں ہے:

اخبرنا یعلی ثنا عبدالملک عن عطاء اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول و اولی الا مر منکم قال اولو العلم و الفقہ o

ترجمہ: ''خبر کردی ہم کو یعلیٰ نے انہوں نے کہا کہ مجھ سے کہا عبدالملک نے انہوں نے عطا سے روایت کی کہ اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول کی اور اپنی میں سے امر والوں کی۔ فرمایا عطا نے کہ اولو الامر، علم اور فقہ والے حضرات ہیں۔''

تفسیر خازن زیر آیت (انبیاء:۷)

فسلوا اهل الذكر ان كنتم لا تعلمون فاسلوا المومنين العامين من اهل القران o

ترجمہ: پس پوچھو ذکر والوں سے اگر تم نہیں جانتے، تم ان مومنوں سے پوچھو جو قرآن کریم کے علماء ہیں۔

تفسیر درمنثور میں اسی آیت فسلوا اهل الذكر کی تفسیر میں ہے:

اخرج ابن مردويه عن انس قال سمعت النبى صلى اللّٰه عليه وسلم يقول ان الرجل يصلى ويصوم و يحج و يغزو وانه لمنافق قالو ا يارسول اللّٰه بماذا دخل عليه النفاق قال لطعنه على امامه وامامه من قال اللّٰه فى كتابه فسلوا اهل الذكر ان كنتم لا تعلمون o

ترجمہ: ''ابن مردویہ نے حضرت انس سے روایت کی فرماتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ فرماتے تھے کہ بعض شخص نماز پڑھتے ہیں، روزے رکھتے ہیں، حج اور جہاد کرتے ہیں حالانکہ وہ منافق ہوتے ہیں۔ عرض کی کہ یارسول اللہ! کس وجہ سے ان میں نفاق آ گیا۔ فرمایا کہ اپنے امام پر طعن کرنے کی وجہ سے، امام کون ہے فرمایا کہ رب نے فرمایا: فسلو الا يه۔

تفسیر صاوی سورہ کہف واذكر ربك اذانسيت o (کہف:۲۴) کی تفسیر میں ہے:

ولا يجوزتقليد ماعدا المذاهب الا ربعة ولو وافق قول الصحابة والحديث الصحيح والا ية فالخارج عن المذاهب الا ربعة ضال مضل وربما اداه ذلك لكفر لان الا خذ بظو اهر الكتاب والسنة من اصول الكفر o

ترجمہ: یعنی چار مذہبوں کے سوا کسی کی تقلید جائز نہیں۔ اگرچہ وہ صحابہ کے قول اور صحیح حدیث اور آیت کے موافق ہی ہو۔ جو ان چار مذہبوں سے خارج ہے وہ گمراہ اور گمراہ کرنے والا ہے۔ کیونکہ حدیث وقرآن کے محض ظاہری معنی لینا کفر کی جڑ ہے۔

احادیث

مسلم جلد اول صفحہ ۵۴ باب بیان ان الذين النصيحة میں ہے:

عن تميم الدارى ان النبى صلى اللّٰه عليه وسلم قال الذ ين النصيحة قلنا لمن قال للّٰه ولكتابه ولرسوله ولا ئمة المسلمين وعامتهم o

ترجمہ : تمیم داری سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دین خیر خواہی ہے ہم نے عرض کیا کس کی؟ فرمایا اللہ کی اور اس کی کتاب کی اور اس کے رسول کی اور مسلمانوں کے امام کی اور عامہء مومنین کی۔

اس حدیث کی شرح نودی میں ہے:

وقد يتنا ذلك على الا ئمة الذين هم علماء الذين وان من نصيحتهم قبول ما رووه و تقليد هم فى الاحكام و احسان الظن بهم o

ترجمہ : یہ حدیث ان اماموں کو بھی شامل ہے جو علمائے دین ہیں اور علماء کی خیر خواہی سے ہے ان کی روایت کی ہوئی احادیث قبول کرنا اور ان کے احکام میں تقلید کرنا اور ان کے ساتھ نیک گمان کرنا۔

دوسری فصل

تقلید شخصی کے بیان میں

مشکوٰۃ کتاب الامارہ میں بحوالہ مسلم ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

من اتاكم وامر كم جميع على رجل واحد يريد ان يشق عصا كم و يفرق جما عتكم فاقتلوه o

ترجمہ : جو تمہارے پاس آوے حالانکہ تم ایک شخص کی اطاعت پر متفق ہو وہ چاہتا ہو کہ تمہاری لاٹھی توڑ

دے اور تمہاری جماعت کو متفرق کر دے تو اس کو قتل کر دو۔

اس میں مراد امام اور علماء دین ہی ہیں۔ کیونکہ حاکم وقت کی اطاعت خلاف شرع احکام میں جائز نہیں ہے۔ مسلم نے کتاب الامارہ میں ایک باب باندھا:

باب وجوب طاعة الا مراء فی غیر معصیة o

ترجمہ: ”یعنی امیر کی اطاعت غیر معصیت میں واجب ہے“۔

اس سے معلوم ہوا کہ ایک ہی کی اطاعت ضروری ہے۔

مشکوٰۃ شریف کتاب البیوع باب الفرائض میں بروایت بخاری ہے کہ حضرت موسیٰ اشعری نے حضرت ابن مسعود کے بارے میں فرمایا:

لاتسا لو نی مادام هذا الحبر فیکم

ترجمہ: ”جب تک کہ یہ علامہ تم میں رہیں مجھ سے مسائل نہ پوچھو۔“

معلوم ہوا کہ افضل کے ہوتے ہوئے مفضول کی اطاعت نہ کرے اور مقلد کی نظر میں اپنا امام افضل ہوتا ہے۔

فتح القدیر میں ہے:

من تولی امر المسلمین شیا فاستعمل علیهم رجلا و یعلم ان فیهم من هو اولی بذالك و اعلم منه بکتاب الله وسنة رسوله فقد خان الله ورسوله و جماعته المسلمین o

ترجمہ: جو شخص مسلمانوں کی حکومت کا مالک ہو پھر ان پر کسی کو حاکم بنائے حالانکہ جانتا ہو کہ مسلمانوں میں اس سے زیادہ مستحق اور قرآن وحدیث کا جاننے والا ہے تو اس نے اللہ ورسول ﷺ اور عام مسلمانوں کی خیانت کی۔

مشکوٰۃ کتاب الامارۃ فصل اول میں ہے:

من مات ولیس فی عنقه بیعة مات میتة جاهلیة o

ترجمہ: جو مر جائے حالانکہ اس کے گلے میں کسی کی بیعت نہ ہو وہ جہالت کی موت مرا۔

اس میں امام کی بیعت یعنی تقلید اور بیعت اولیاء سب ہی داخل ہیں ورنہ بتاؤ فی زمانہ ہندوستانی وہابی کس سلطان کی بیعت میں ہیں۔

یہ تو چند آیات واحادیث تھیں۔اس کے علاوہ اور بھی پیش کی جاسکتی ہیں۔مگر اختصاراً اس پر قناعت کی گئی۔اب امت کا عمل دیکھو تو تبع تابعین کے زمانہ سے اب تک ساری امت مرحومہ اس ہی تقلید کی عامل ہے جو خود مجتہد نہ ہو، وہ ایک مجتہد کی تقلید کرے اور اجماع امت پر عمل کرنا قرآن وحدیث سے ثابت ہے اور ضروری ہے۔قرآن فرماتا ہے:

ومن يشا قق الرسول من بعد ما تبين له الهدى و يتبع غير سبيل المومنين نوله ما تولى و نصله جهنم وساء ت مصيرا o (النساء:۱۱۵)

ترجمہ: اور جو رسول کی مخالفت کرے بعد اس کے کہ حق راستہ اس پر کھل چکا اور مسلمانوں کی راہ سے جدا راستہ چلے ہم اس کو اس کی حالت پر چھوڑ دیں گے اور اس کو دوزخ میں داخل کریں گے اور کیا ہی بری جگہ پلٹنے کی ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ جو راستہ عام مسلمانوں کا ہو اس کو اختیار کرنا فرض ہے اور تقلید پر مسلمانوں کا اجماع ہے۔

مشکٰوۃ باب الاعتصام بالکتاب والسنّت میں ہے:

اتبعوا السواد الا عظم فانه من شذ شذ فى النار o

ترجمہ: بڑے گروہ کی پیروی کرو کیونکہ جو جماعت مسلمین سے علیحدہ رہا وہ علیحدہ کرکے جہنم میں بھیجا جائے گا۔

نیز حدیث میں ہے:

ماراه المومنون حسنا فهو عند الله حسن o

ترجمہ: جس کو مسلمان اچھا جانے وہ اللہ کے نزدیک بھی اچھا ہے۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ آج بھی اور اس سے پہلے بھی عام مسلمان تقلید شخصی ہی کو اچھا جانتے آئے اور مقلد ہی ہوئے۔آج بھی عرب وعجم میں مسلمان تقلید شخصی ہی کرتے ہیں اور جو غیر مقلد ہو وہ اجماع کا منکر ہوا۔اگر اجماع کا اعتبار نہ کرو تو خلافت صدیقی و فاروقی کس طرح ثابت کرو گے۔وہ بھی تو اجماع امت سے ہی ثابت ہوئی۔یہاں تک کہ جو شخص ان دونوں خلافتوں میں سے کسی کا بھی انکار کرے وہ کافر ہے۔دیکھو شامی وغیرہ اس طرح تقلید پر بھی اجماع ہوا۔

تفسیر خازن زیر آیت وكونوا مع الصدقين o (توبہ:۱۱۹) ہے کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے انصار سے فرمایا کہ قرآن شریف نے مہاجرین کو صادقین کہا: اوليك هم الصدقون o (حشر:۸) اور پھر فرمایا: وكونوا مع الصدقين o

ترجمہ : ''سچوں کے ساتھ رہو'' لہٰذہ تم بھی علیحدہ خلافت نہ قائم نہ کرو۔ ہمارے ساتھ رہو ایسے ہی میں غیر مقلدوں سے کہتا ہوں کہ سچوں نے تقلید کی ہے تم بھی ان کے ساتھ رہو۔ مقلد بنو۔

عقلی دلیل: دنیا میں انسان کوئی بھی کام بغیر دوسرے کی پیروی کے نہیں کر سکتا۔ ہر ہنر اور علم کے قواعد ہیں، سب میں اس کے ماہرین کی پیروی کرنا ہوتی ہے۔ دین کا معاملہ تو دنیا سے کہیں زیادہ مشکل ہے۔ اس میں بھی اس کے ماہرین کی پیروی کرنا ہوگی۔ علم حدیث میں بھی تقلید ہے کہ فلاں حدیث اس لیے ضعیف ہے کہ بخاری نے یا فلاں محدث نے فلاں راوی کو ضعیف کہا ہے۔ اس کا قول ماننا یہی تو تقلید ہے۔ قرآن کی قراءت میں قاریوں کی تقلید ہے کہ فلاں نے اس طرح اس آیت کو پڑھا ہے۔ قرآن کے اعراب، آیات سب ہی تقلید ہی تو ہے۔ نماز میں جب جماعت ہوتی ہے تو امام کی تقلید سب مقتدی کرتے ہیں۔ حکومت اسلامی میں تمام مسلمان ایک بادشاہ کی تقلید کرتے ہیں۔ ریل میں بیٹھتے ہیں تو ایک انجن کی ساری ریل والے تقلید کرتے ہیں۔ غرضیکہ انسان ہر کام میں مقلد ہے اور خیال رہے کہ ان سب صورتوں میں تقلید شخصی ہے۔ نماز کے دو امام دو نہیں، بادشاہ اسلام دو نہیں تو شریعت کے امام ایک شخص دو کس طرح مقرر کر سکتا ہے۔

مشکوٰۃ کتاب الجھاد باب آداب السفر میں ہے:

اذا کان ثلثه فی سفر فلیو مروا احد هم ○

ترجمہ: جب تین آدمی سفر میں ہوں تو ایک کو اپنا امیر بنا لیں۔

پانچواں باب

تقلید پر اعتراضات اور جوابات کے بیان میں

مسئلہ تقلید پر مخالفین کے اعتراضات دو طرح کے ہیں: ایک واہیات طعنے اور تمسخر، ان کے جوابات ضروری نہیں۔ دوسرے وہ جن سے مقلدین کو غیر مقلد دھوکا دیتے ہیں اور عام مقلدین دھوکا کھاتے لیتے ہیں۔ یہ حسب ذیل ہیں:

سوال نمبر ۱: اگر تقلید ضروری تھی تو صحابہ کرام کسی کے مقلد کیوں نہ ہوئے؟

جواب: صحابہ کرام کو کسی کی تقلید کی ضرورت نہ تھی۔ وہ حضور ﷺ کی صحبت کی برکت سے تمام مسلمانوں کے امام اور پیشوا ہیں کہ ائمہ دین امام ابوحنیفہ و شافعی وغیرہ وغیرہ رضی اللہ عنہما ان کی پیروی کرتے ہیں۔

مشکوٰۃ باب فضائل الصحابہ میں ہے:

اصحابی کالنجوم فبا یھم اقتد یتم اھتدیتم o

ترجمہ: میرے صحابہ ستاروں کی طرح ہیں تم جن کی پیروی کروگے ہدایت پالوگے۔

فعلیکم بسنتی وسنۃ الخلفا ء الراشد ین o

ترجمہ: تم لازم پکڑو میری اور میرے خلفاء راشدین کی سنت کو۔

یہ سوال تو ایسا ہے جیسے کوئی کہے ہم کسی کے امتی نہیں۔کیونکہ ہمارے نبی ﷺ کسی کے امتی نہ تھے تو امتی نہ ہونا سنت رسول ہے۔اس سے یہ ہی کہا جاوے گا کہ حضور ﷺ تو خود نبی ہیں سب آپ کی امت ہیں وہ کس کی امتی ہوتے ۔ہم کو امتی ہونا ضروری ہے۔ایسے صحابہ کرام تمام کے امام ہیں۔ان کا کون مسلمان امام ہوتا۔

ہر سے پانی اس کھیت کو دیا جاوے گا جو دریا سے دور ہو۔مکبر ین کی آواز پر وہ ہی نماز پڑھے گا جو امام سے دور ہو۔لب دریا کے کھیتوں کو نہر کی ضرورت نہیں۔صف اول کے مقتدیوں کو مکبر ین کی ضرورت نہیں۔صحابہ کرام صف اول کے مقتدی ہیں۔وہ بلا واسطہ سینئہ پاک مصطفیٰ ﷺ سے فیض لینے والے ہیں۔ہم چونکہ اس بحر سے دور ہیں لہٰذہ کسی نہر کے حاجت مند ہیں۔پھر سمندر سے ہزار ہا دریا جاری ہوتے ہیں۔جن سب میں پانی تو سمندر ہی کا ہے مگر ان سب کے نام اور راستے جدا کوئی گنگا کہلاتا ہے کوئی جمنا۔ایسے ہی حضور ﷺ آپ رحمت کے سمندر ہیں اس سینہ میں سے جو نہر امام ابوحنیفہ کے سینہ سے ہوتی ہوئی آئی اسے حنفی کہا گیا جو امام مالک کے سینہ سے آئی وہ مذہب مالکی کہلایا۔پانی سب کا ایک ہے مگر نام جدا گانہ اور ان نہروں کی ہمیں ضرورت پڑی نہ کہ صحابہ کرام کو جیسے حدیث کی اسناد ہمارے لیے ہے صحابہ کرام کے لیے نہیں۔

رہبری کے لیے قرآن وحدیث کافی ہیں۔ان میں کیا نہیں جو کہ فقہ سے حاصل کریں قرآن فرماتا ہے:

ولا رطب ولا یا بس الا فی کتب مبین o (انعام:۵۹)

ترجمہ: اور نہ ہے کوئی تر اور خشک چیز جو ایک روشن کتاب میں لکھی نہ ہو۔

ولقد یسرنا القران للذکر فھل من مد کر o (قمر:۱۷)

ترجمہ: اور بیشک ہم نے قرآن یاد کرنے کے لیے آسان فرمادیا تو ہے کوئی یاد کرنے والا۔

ان آیتوں سے معلوم ہوا کہ قرآن سب کے لیے آسان بھی پھر کس کے لیے مجتھد کے پاس جاویں۔

جواب: قرآن وحدیث بیشک راہبری کے لیے کافی ہے اور ان میں سب کچھ ہے مگر ان سے مسائل نکالنے

کی قابلیت ہونا چاہیے۔سمندر میں موتی ہیں مگران کو نکالنے کے لیے غوطہ خور کی ضرورت ہے۔ائمہ دین اس سمندر کے غوطہ زن ہیں۔طب کی کتابوں میں سب کچھ لکھا ہے مگر ہم کو حکیم کے پاس جانا اوراس سے نسخہ تجویز کرانا ضروری ہے۔ائمہ دین طبیب ہیں ولقد یسرنا القران میں فرمایا گیا ہے کہ ہم نے قرآن کو حفظ کرنے کے لیے آسان کیا ہے، نہ کہ اس سے مسائل استنباط کرنے کے لیے۔اگر مسائل نکالنا آسان ہیں تو پھر حدیث کی بھی کیا ضرورت ہے۔قرآن میں سب کچھ ہے اورقرآن آسان ہے نیز پھر قرآن سکھانے کے لیے نبی کیوں آئے۔قرآن میں ہے:

ویعلمھم الکتب والحکمۃ o (بقرہ:۱۲۹)

ترجمہ: ''اوروہ نبی ان کو کتاب اللہ اورحکمت کی باتیں سکھاتے ہیں'' قرآن وحدیث روحانی دوائیں ہیں،امام روحانی طبیب۔

سوال نمبر۳: قرآن کریم نے تقلید کرنے والوں کی برائیاں فرمائی ہیں۔فرماتا ہے:

اتخذ وااحباعھم ورھبا نھم ار بابا من دون اللہ o (توبہ:۳۱)

ترجمہ: انہوں نے پادریوں اورجوگیوں کو اللہ کے سوا خدا بنالیا۔

فان تنازعتم فی شی ء فردوہ الی اللہ والرسول o (انعام:۵۹)

ترجمہ: پھر اگر تم میں کسی بات کا جھگڑا اٹھے تواس کو اللہ تعالٰی اوررسول صلّی اللہ علیہ وسلّم کی طرف رجوع کرو۔

وان ھٰذا صراطی مستقیما فاتبعو ہ ولا تتبعو السبل فتفرق بکم o (انعام:۵۹)

ترجمہ: اوریہ کہ یہ ہی میرا سیدھا راستہ ہے تواس پر چلواورراہیں نہ چلو کہ تم کواس کی راہ سے جدا کردیں گی۔

قالو ابل نتبع ما الفینا علیہ آبا ء نا o (بقرہ:۱۷۰)

ترجمہ: تو کہیں گے بلکہ ہم تواس راہ پر چلیں گے جس پر اپنے باپ دادا کو پایا۔

ان آیات اوران جیسی دوسری آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ ورسول کے حکم کے سامنے اماموں کی بات ماننا طریقہء کفار ہے اورسیدھا راستہ ایک ہی ہے۔چارراستے حنفی،شافعی وغیرہ وغیرہ۔

جواب: جس تقلید کی قرآن کریم نے برائی فرمائی ہے اس کو ہم پہلے باب میں بیان کرچکے ہیں۔ ولا تتبعو السبل میں یہودیت یا نصرانیت وغیرہ اسلام راستے مراد ہیں۔حنفی،شافعی وغیرہ چندراستے نہیں بلکہ ایک سٹیشن کی چار سڑکیں یا ایک دریا کی نہریں ہیں۔ورنہ پھر تو غیر مقلدین کی جماعتیں،ثنائی اورغزنوی کا کیا حکم ہے۔چندراستے ہوتے

ہیں عقائد بدلنے سے۔ چاروں مذہب کے عقائد یکساں ہیں صرف اعمال میں فروعی اختلاف ہے جیسا کہ خود صحابہ کرام میں اختلاف رہا۔

سوال نمبر ۴:

ہوتے ہوئے مصطفی کی گفتار مت مان کسی کا قول و کردار

دین حق را چار مذہب سا ختند فتنہ در دین نبی انداختند

جواب: یہ شعر اصل میں چکڑالویوں کا ہے:

ہوتے ہوئے کبریا کی گفتار مت مان نبی کا قول کردار

دوسرا شعر بھی اسی طرح ہے:

مسجد دو خشت علیحدہ ساختند فتنہ در دین نبی انداختند

چار مذہب کا جواب ہم نے اپنے دیوان میں دوشعروں میں اس طرح دیا ہے:

چار رسل فرشتے چار چار کتب ہیں دین چار

سلسلے دونوں چار چار لطف عجب ہے چار میں

آتش و آب و خاک و باد سب کا انہی سے ثبات

چار کا سارا ماجرا ختم ہے چار یار میں

چار کا عدد تو خدا کو بڑا پیارا ہے۔ کتابیں بھی چار ہیں۔ اور دین بھی چار ہی بنائے۔ انسان کا خمیر بھی چار ہی چیزوں سے کیا وغیرہ۔ جب مقصود کے چاروں راستے گھر گئے تو پھر وہاں پہنچنا ناممکن کیونکہ راستے چار ہی ہو سکتے ہیں۔ خانہ کعبہ کے ارد گرد چار طرف نماز ہوتی ہے۔ مگر رخ سب کا کعبہ کو، ایسے ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو کعبہ ایمان ہیں۔ چاروں مذہب نے چاروں راستے گھیر لیے۔ وہابی کس راستے سے وہاں پہنچے گے؟ کسی نے کیا خوب کہا:

مذہب چار چوں چہار راہ اند بہر منت جو جادہ پیمائی

خود یکے بینی از چہار طرف کعبہ را چوں تو سجدہ بنمائی

جس طرح قرآن کے ہوتے ہوئے حدیث کی ضرورت ہے اسی طرح حدیث کے ہوتے ہوئے فقہ کی ضرورت ہے۔ فقہ قرآن وحدیث کی تفسیر ہے اور جو حکم کہ ہم نہ حدیث میں ملے نہ قرآن میں اس کو فقہ ہی بیان فرماتا ہے۔

سوال نمبر۵: تقلید میں غیر خدا کو اپنا حکم بنانا ہے اور شریک ہے لہٰذہ تقلید شخصی شرک ہے۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے۔

ان الحکم الا للہ o (انعام:۵۷)

ترجمہ: ”نہیں ہے حکم مگر اللہ کا۔“

جواب: اگر غیر خدا کو حکم یا پنچ بنانا شرک ہے تو حدیث ماننا بھی شرک ہوا نیز سارے محدثین مفسرین مشرک ہوگئے۔ کیونکہ ترمذی، ابوداؤد مسلم وغیرہ حضرات تو مقلد ہیں۔ اور امام بخاری وغیرہ مقلدوں کے شاگرد۔ دیکھو عینی شرح بخاری۔ ہم نے دیوان سالک میں اس سوال کا جواب یہ دیا ہے:

جو تیری تقلید شرک ہوتی محدثین سارے ہوتے مشرک
بخاری و مسلم ابن ماجہ امام اعظم ابو حنیفہ
کہ جتنے فقہا محدثین ہیں تمہارے خرمن سے خوشہ چین ہیں
ہوں واسطے سے کہ بے وسیلہ امام اعظم ابو حنیفہ

جس روایت میں ایک فاسق راوی آجاوے وہ روایت ضعیف یا موضوع ہے تو جس روایت میں کوئی مقلد آجاوے تو مشرک آ گیا لہٰذہ وہ بھی باطل۔ پھر ترمذی وابوداؤد تو خود مقلد ہیں۔ مشرک ہوئے ان کی روایات ختم ہوئیں۔ بخاری وغیرہ پہلے ہی ختم ہوچکی کہ وہ مشرکوں کے شاگرد ہیں۔ اب حدیث کہاں سے لاؤ گے۔ قرآن پاک فرماتا ہے:

وان خفتم شقاق بینھما فابعثو حکما من اھلہ و حکما من اھلھا o (النساء:۳۵)

ترجمہ: اور اگر تم کو بیوی کے جھگڑے کا خوف ہو تو ایک حکم مرد والوں کی طرف سے بھیجو اور ایک پنچ عورت والوں کی طرف سے بھیجو۔

حضرت علی و معاویہ رضی اللہ عنہما نے جنگ صفین میں حکم بنایا۔ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی قریظہ کے معاملہ میں حضرت سعد ابن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بنایا۔ آیت کے معنی یہ ہیں کہ حقیقی حکم خدائے پاک ہی کا ہے اور جو اس کے سوا کے احکام ہیں علماء، فقہاء اور مشائخ کے۔ اسی طرح احکام حدیث، یہ تمام بالواسطہ خدا تعالیٰ ہی کے حکم ہیں۔ اگر یہ معنی ہوں کہ کسی کا حکم سوائے خدا کے ماننا شرک ہے تو آج تمام دنیا جج کا فیصلہ، کچہریوں کے مقدمات کو مانتی ہے۔ سب ہی مشرک ہوگئے۔

سوال نمبر۶: قیاس مجتہد ظن ہے اور ظن کرنا گناہ ہے: قرآن میں اس سے ممانعت ہے۔ قرآن فرماتا ہے:

یایھا الذین امنو ااجتنبوا کثیرا من الظن ان بعض الظن اثم ولا تجسوا ولا یعتب بعضکم بعضا o (حجرات:۲۱)

ترجمہ: اے ایمان والوں بہت گمانوں سے بچو بے شک کوئی گمان گناہ ہو جاتا ہے اور عیب نہ ڈھونڈو اور ایک دوسرے کی غیبت نہ کرو۔

لہٰذہ دین میں صرف کتاب وسنت پر عمل چاہیے۔

اصل دین آمد کتاب اللہ مقدم دا شتن پس حدیث مصطفیٰ از جاں مسلم دا شتن

جواب: اس کا جواب خاتمہ میں آوے گا کہ قیاس کسے کہتے ہیں اور اس کے احکام کیا ہیں۔

سوال نمبر۷: امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ جو حدیث ثابت ہو جاوے وہ ہی میرا مذہب ہے۔لہٰذہ ہم نے ان کے قول،حدیث کے خلاف پا کر چھوڑ دیے۔انشاءاللہ غیر مقلدوں کو اس سے زیادہ دلائل نہ ملیں گے۔ان ہی کو بنا بگاڑ کر یا بڑھا چڑھا کر بیان کرتے ہیں۔

جواب: بیشک امام صاحب کا یہ حکم ہے کہ اگر میرا قول کسی حدیث کے مقابل واقع ہو جائے تو حدیث پر عمل کرنا میرے مذہب پر عمل کرنا ہے۔یہ تو امام صاحب کا انتہائی تقویٰ ہے اور واقعہ بھی یہ ہے کہ قیاس مجتہد وہاں ہوتا ہے جہاں نص موجود نہ ہو۔لیکن سوال یہ ہے کہ اس زمانہ میں دنیا میں ایسا کون محدث ہے جو احادیث کا اس قدر علم رکھتا ہو کہ تمام احادیث پھر اس کی تمام اسنادوں پر اطلاع رکھتا ہو اور یہ بھی جانتا ہو کہ امام صاحب نے یہ حکم کس حدیث سے لیا ہے۔ہم لوگوں کی نظر صحاح ستہ سے آگے نہیں ہوتی پھر کس طرح فیصلہ کر سکتے ہیں کہ امام کا یہ فرمان کسی حدیث سے ماخوذ نہیں یوں تو حدیث میں بھی آتا ہے۔

اذا بلغکم منی حدیث فاعر ضوہ علی کتاب اللہ تعالیٰ فان و افقہ فاقسلوہ والا فردوہ o

(مقدمہ تفسیرات احمدیہ صفحہ۴)

ترجمہ: جب تم کو میری کوئی حدیث پہنچے تو اس کتاب کو اللہ پر پیش کرو اگر اس کے موافق ہو تو قبول کرو ورنہ رد کر دو۔

تو اگر کوئی چکڑالوی کہے کہ بہت احادیث چونکہ خلاف قرآن ہیں اس لیے ہم حدیث کو چھوڑتے ہیں۔قرآن میں ہے کہ میراث تقسیم کرو۔حدیث میں ہے کہ نبی کی میراث تقسیم نہیں ہوتی۔جس طرح یہ کلام مردود ہے تمہارا قول بھی رد ہے۔

سوال ۸: امام اعظم کو حدیث نہیں آتی تھی۔اس لیے ان کی روایات بہت کم ہیں اور جو ہیں وہ سب ضعیف۔

جواب: امام اعظم بہت بڑے محدث تھے۔بغیر حدیث دانیاس قدر مسائل کیسے مستنبط ہو سکتے تھے۔ان کی کتاب مسند امام ابوحنیفہ اور امام محمد کی کتاب موطا امام محمد سے ان کی حدیث دانی معلوم ہوتی ہے۔حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی روایات بہت کم ملتی ہیں تو کیا وہ محدث نہ تھے۔کمئی روایت احتیاط کی وجہ سے ہے۔امام صاحب کی تمام روایات صحیح ہیں کیونکہ ان کا زمانہ حضور سے بہت قریب ہے بعد میں بعض روایات میں ضعف پیدا ہوا۔بعد کا ضعف حضرت امام کو مضر نہیں جس قدر اسناد بڑھی ضعف بھی پیدا ہوا۔

لطیفہ: بعض لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ تم کہتے ہو کہ چاروں مذہب حق ہیں یہ کس طرح ہوسکتا ہے۔حق تو صرف ایک ہی کا ہوگا۔امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ پڑھنا مکروہ تحریمی ہے۔امام شافعی فرماتے ہیں کہ واجب ہے تو یا تو واجب ہوگی یا مکروہ۔دونوں مسئلے کس طرح صحیح ہو سکتے ہیں۔

جواب: جواب یہ ہے کہ حق کے معنی یہاں صحیح یا واقع کے موافق نہیں ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ چاروں مذاہب میں سے کسی کی پیروی کرلو خدا کے یہاں پکڑ نہ ہوگی۔کیونکہ مجتہد کی خطا معاف ہے۔امیر معاویہ اور مولیٰ علی اسی طرح عائشہ صدیقہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہم اجمعین میں بھی جنگ ہوئی۔اور حق پر ایک ہی صاحب تھے مگر دونوں کو حق پر کہا جاتا ہے۔یعنی کسی کی پکڑ عند اللہ نہیں ہوگی۔جنگل میں ایک شخص کو خبر نہیں کہ قبلہ کدھر ہے۔اس نے اپنی رائے سے چار رکعت چار طرف پڑھیں۔کیونکہ رائے بدلتی رہی۔یہ بھی منہ پھیرتا رہا۔قبلہ تو ایک ہی طرف تھا مگر نماز صحیح ہوگئی۔چاروں قبلہ درست ہیں۔بلکہ مجتہد خطا بھی کرے تو بھی ایک ثواب پاتا ہے۔قرآن کریم نے حضرت داؤد علیہ السلام کی اجتہادی خطا اور حضرت سلیمان علیہ السلام کی درستئی رائے بیان فرمائی۔مگر کسی پر عتاب نہ فرمایا۔بلکہ فرمایا: وکلا اتینا حکما و علما o (انبیاء:۷۹)

مشکوٰۃ کتاب الامارۃ باب العمل فی القضاء میں ہے:

اذا حکم الحاکم فاجتھد واصاب فلہ اجران واذا حکم فاجتھد واخطا فلہ اجر واحد o (متفق علیہ)

ترجمہ: جب کہ حاکم فیصلہ کرے تو اجتہاد کرے اور صحیح کرے تو اس کو دو ثواب ہیں اور جب فیصلہ کرے اور اجتہاد کرے اور خطا کرے تو اس کو ایک ثواب ہے۔

اس سے یہ اعتراض بھی اٹھ گیا کہ اگر شافعی رفع یدین کرے تو ٹھیک ہے اور اگر غیر مقلد کرے تو جرم ہے۔ کیونکہ شافعی حاکم شرع مجتہد سے فیصلہ کرا کر رفع یدین کر رہا ہے۔ اگر غلطی کرتا ہے تو بھی معاف ہے۔ اور چونکہ غیر مقلد نے کسی مجتہد سے فیصلہ نہ کرایا لہٰذہ اگر صحیح بھی کرتا ہے تو بھی خطا کار ہے۔ جیسا کہ آج حاکم کے بغیر فیصلہ کوئی شخص خود ہی قانون کو ہاتھ میں لے کر کوئی کام کرتا ہے، مجرم ہے لیکن اگر حاکم کچہری سے فیصلہ کرا کر وہ ہی کام کیا تو اس پر جرم نہیں۔ حاکم جوابدہ ہے۔ اگر حاکم نے غلطی کی ہے تو بھی اس کی پکڑ نہیں۔ دیکھو حضور ﷺ نے بدر کے قیدیوں سے محض قیاس پر فدیہ لیا پھر آیت اس کے خلاف آئی۔ معلوم ہوا کہ اس قیاس سے رب راضی نہیں مگر وہ فدیہ کا روپیہ واپس نہ کرایا گیا۔ بلکہ ارشاد ہوا:

فکلوا امما غنمتم حللا طیبا ٥ (انفال:٦٩) معلوم ہوا کہ خطا اجتہادی پر کوئی پکڑ نہیں۔

خاتمہ قیاس کی بحث

شریعت کے دلائل چار ہیں۔ (۱) قرآن، (۲) حدیث، (۳) اجماع امت، (۴) اور قیاس۔ اجماع کے دلائل تو ہم بیان کر چکے ہیں کہ قرآن کا بھی حکم ہے اور حدیث کا بھی کہ عام جماعت مسلمین کے ساتھ رہو۔ جو اس سے علیحدہ ہوا جہنمی ہے۔

قیاس کے معنی لغت میں اندازہ لگانا اور شریعت میں کسی فرعی مسئلہ کو اصل مسئلہ سے علت اور حکم میں ملا دینا یعنی ایک مسئلہ ایسا درپیش آ گیا جس کا ثبوت قرآن وحدیث میں نہیں ملتا تو اس کی مثل کوئی وہ مسئلہ لیا جو قرآن وحدیث میں ہے۔ اس کے حکم کی علت معلوم کر کے کہا کہ چونکہ وہ علت یہاں بھی ہے لہٰذہ اس کا یہ حکم ہے جیسے کسی نے پوچھا کہ عورت کے ساتھ اغلام کرنا کیسا ہے؟ ہم نے جواب دیا کہ حالت حیض میں عورت سے جماع حرام ہے کیوں؟ پلیدی کی وجہ سے۔ اور اس میں بھی پلیدی ہے لہٰذہ یہ بھی حرام ہے۔ کسی نے پوچھا کہ جس عورت سے کسی کے باپ نے زنا کیا۔ وہ اس کے لیے حلال ہے یا نہیں؟ ہم نے کہا کہ جس عورت سے کسی کا باپ نکاح کرے وہ بیٹے کو حرام ہے۔ وطی یا جزئیت کی وجہ سے لہٰذہ یہ عورت بھی حرام ہے۔ اس کو قیاس کہتے ہیں مگر شرط یہ ہے کہ قیاس کرنے والا مجتہد ہو۔ ہر کس و ناکس کا قیاس معتبر نہیں۔ قیاس اصل میں حکم شریعت کو ظاہر کرنے والا ہے خود مستقل حکم نہیں۔ یعنی قرآن وحدیث کا حکم ہوتا ہے مگر قیاس اسے یہاں ظاہر کرتا ہے۔ قیاس کا ثبوت قرآن وحدیث و افعال صحابہ سے ہے۔ قرآن فرماتا ہے رحمۃ اللہ علیہ

فاعتبر وایا ولی الا بصار ٥ (حشر:۲)

ترجمہ: ’’ تو عبرت لواے نگاہ والوں۔‘‘

یعنی کفار کے حال پر اپنے کو قیاس کرو کہ اگر تم نے ایسی حرکات کیں تو تمہارا بھی یہی حال ہوگا۔

نیز قرآن نے قیامت کے ہونے کو نیند پر ،اسی طرح کھیتی کے خشک ہوکر سرسبز ہونے پر قیاس فرما کر بتایا ہے۔اول سے آخر تک کفار کی مثالیں بیان فرمائی ہیں ،یہ بھی قیاس ہے۔

بخاری کتاب الاعتصام میں ایک باب باندھا:

باب من شبه اصلا معلوما باصل مبين قدبين الله حكمها ليفهم به السائل o

ترجمہ: جوکسی قاعدہ معلومہ کو ایسے قاعدے سے تشبیہ دے جس کا حکم خدا نے فرمادیا ہے تا کہ سائل اس سے سمجھ لے۔

اس میں ایک حدیث نقل کی جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک عورت کو قیاس سے حکم دیا۔

ان امراة جاء ت الى النبى صلى الله عليه وسلم فقالت ان امى نذرت ان تحج فما تت قبل ان تحج افا حج عنها قال نعم حجى عنها ارء يت لو كان على امك دين اكنت قاضية قالت نعم قال اقضوا الذى له فان الله احق بالوفاء o

ترجمہ: ایک عورت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی۔اورعرض کیا کہ میری والدہ نے حج کی نذر مانی تھی۔کیا میں اس کی طرف سے حج کروں؟ فرمایا گیا ہاں کرو۔اگر تمہاری ماں پر قرض ہوتا تو تم اس کو ادا کرتیں؟ عرض کیا ہاں۔فرمایا وہ بھی قرض ادا کرو جو اللہ کا ہے کیونکہ اللہ ادائے قرض کا زیادہ مستحق ہے۔

مشکٰوۃ کتاب الامارہ باب العمل فی القضا ء اورترمذی جلداول شروع ابواب الاحکام اوردارمی میں ہے کہ جب حضرت معاذ ابن جبل کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یمن کا حاکم بنا کر بھیجا تو پوچھا کہ کس چیز سے فیصلہ کروگے؟ عرض کیا :کتاب اللہ سے۔فرمایا کہ اگر اس میں نہ پاؤ تو عرض کیا کہ اس کے رسول کی سنت سے۔فرمایا:اگر اس میں بھی نہ پاؤ؟ تو عرض کیا کہ:

اجتهد رائى ولا الوقال فضرب رسول الله صلى الله عليه وسلم على صلوه وقال الحمد لله الذى وفق رسول الله لما يرضى به رسول الله o

ترجمہ: اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا۔راوی نے فرمایا کہ پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے سینے پر ہاتھ مارا

اورفرمایا:اس خدا کا شکر ہے جس نے رسول اللہ کے قاصد کواس کی توفیق دی جس سے رسول اللہ راضی ہیں۔
اس سے قیاس کا پرزور ثبوت ہوا چونکہ حضورﷺ کی ظاہری حیات میں اجماع نہیں ہوسکتا۔اس لیے اجماع کا ذکر حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے نہ کیا۔اسی طرح صحابہ کرام نے بہت سے احکام اپنے قیاس سے دیے۔حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس عورت کو قیاس فرما کر مہر مثل دلوایا جو بغیر مہر نکاح میں آئی اور شوہر مرگیا۔(دیکھو نسائی جلد دوم صفحہ ۸۸)
نسائی شریف جلد دوم کتاب القضا ء باب الحکم با تفاق اھل العلم میں حضرت عبد اللہ ابن مسعود سے روایت ہے:

فمن عرض له منكم قضاء بعد اليوم فليقض بما فى كتاب الله فان جآ ء ه امر ليس فى كتاب الله فليقض بما قضى به نبيه صلى الله عليه وسلم فان جآ ء ه امر ليس فى كتاب الله ولا قضى به نبيه صلى الله عليه وسلم فليقض بما قضى به الصالحون فان جآ ء ه امر ليس فى كتاب الله ولا قضى به نبيه صلى الله عليه وسلم ولا قضى به الصالحون فليجتهد رايه o

ترجمہ:"آج کے بعد سے جس پر کوئی فیصلہ پیش آجائے تو قرآن شریف سے فیصلہ کرے۔اگر ایسی چیز پیش آگئی جو قرآن شریف میں نہیں ہے تو اس سے فیصلہ کرے جو اللہ کے نبیﷺ نے فیصلہ کیا لیکن اگر ایسی چیز پیش آجائے جو نہ تو قرآن شریف میں ہو اور نہ اللہ کے نبیﷺ نے اس کا فیصلہ کیا ہو تو اس پر فیصلہ کرو جو نیک لوگوں نے فیصلہ کیا ہو لیکن اگر وہ چیز پیش آگئی جو نہ تو قرآن شریف میں ہے، نہ اس کا فیصلہ نبیﷺ نے کیا اور نہ صالحین نے، تو اپنے قیاس سے اجتہاد کرو۔"

امام نسائی اسی حدیث کے متعلق اسی جگہ فرماتے ہیں:

قال ابو عبدالرحمن هذا الحديث جيد جيد o

ترجمہ:یہ حدیث بڑی کھری ہے بڑی کھری ہے۔

نسائی شریف میں اس جگہ حضرت قاضی شریح سے روایت ہے:فرمایا کہ انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بارگاہ میں دریافت کیا کہ میں فیصلے کیسے کروں تو آپ نے جواب دیا:

فكتب اليه ان اقض بما فى كتاب الله فان لم يكن فى كتاب الله فسنة رسول الله فان لم يكن فى كتاب الله ولا سنة رسول الله صلى الله عليه وسلم فاقض بما قضى به الصالحون فان لم

یکن فی کتاباللہ ولا فی سنۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ولم یقض بہ الصالحون فان شئت فقتدم وان شئت فتاخر ولا اری التاخر الا خیر الك واسلام علیکم o

ترجمہ: انھیں حضرت عمر نے لکھا کہ قرآن شریف سے فیصلہ کرو اگر اس میں نہ ہو تو سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فیصلہ کرو اور اگر نہ کتاب اللہ میں ہو نہ سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں تو اس سے فیصلہ کرو جو اللہ کے نیک لوگوں نے فیصلہ کیا ہو (اجماع امت) لیکن اگر نہ تو وہ مسئلہ قرآن میں ہو، نہ سنت میں اور نہ ہی اس کے متعلق صالحین کا فیصلہ ہو تو چاہو تو پیش قدمی کرو اور چاہو تو مہلت لو، میں تمہارے لیے مہلت ہی کو بہتر جانتا ہوں۔

ان دونوں حدیثوں میں کتاب، سنت اجماع امت اور قیاس کا ایسا صریحی ثبوت ہے کہ اس کا نہ انکار ہوسکتا ہے نہ کوئی تاویل۔اب وہ اعتراض جو غیر مقلد کرتے ہیں:

اجتنبوا کثیرا من الظن o **ترجمہ**: ''بہت ظن سے بچو'' اس میں ظن سے مراد بدگمانیاں ہیں یعنی مسلمانوں پر بدگمانیاں نہ کیا کرو۔اسی لیے اس آیت میں اس کے بعد غیبت وغیرہ کی ممانعت ہے ورنہ قیاس اور غیبت میں کیا تعلق۔جیسے رب تعالیٰ فرماتا ہے:

انما النجوی من الشیطن o (مجادلہ:۱۰) **ترجمہ**: مشورہ کرنا شیطان کی طرف سے ہے۔

تو کیا ہر مشورہ شیطانی کام ہے۔نہیں بلکہ جو اسلام اور مسلمانوں کے خلاف مشورے ہوں وہ شیطانی ہیں ایسے ہی یہ ہے اور جس قیاس کی برائیاں آئی ہیں وہ قیاس ہے جو حکم خدا کے مقابلہ میں کیا جائے جیسا کہ شیطان نے حکم سجدہ پا کر قیاس کیا اور حکم الٰہی کو رد کردیا، یہ کفر ہے۔غیر مقلد یہ بھی کہتے ہیں کہ قرآن فرماتا ہے:

انما اتبع مایو حی الی o (اعراف:۲۰۳) انما حصر کے لیے ہے جس سے معلوم ہوا کہ سوائے وحی کے اور کسی چیز کی پیروی نہ کی جائے نہ اجماع کی نہ قیاس کی۔صرف قرآن وحدیث کی پیروی ہو مگر انہیں معلوم ہونا چاہیے کہ اجماع وقیاس پر عمل بھی قرآن وحدیث پر ہی عمل ہے کہ قیاس مظہر ہے۔

آخر میں منکرین قیاس سے دریافت کرتا ہوں کہ جن چیزوں کی تصریح قرآن وحدیث میں نہ ملے یا بظاہر احادیث میں تعارض واقع ہو وہاں کیا کروگے؟ مثلاً ہوائی جہاز میں نماز پڑھنا کیسی ہے؟ اسی طرح اگر جمعہ کی نماز میں رکعت اول میں جماعت تھی۔رکعت دوم میں جماعت پیچھے سے بھاگ گئی اب ظہر پڑھیں یا جمعہ؟ اسی طرح دیگر مسائل قیاسیہ میں کیا جواب ہوگا؟ اسی لیے بہتر ہے کہ کسی امام کا دامن پکڑ لو۔اللہ توفیق دے۔